امام ابو عبداللہ حاکمؒ صاحب المستدرک

کتبہ عبدالرشید عراقی

امام ابو عبداللہ حاکمؒ صاحب المستدرک کا شمار ممتاز محدثین کرام میں ہوتا ہے۔ علم حدیث میں ان کو غیر معمولی شغف تھا۔ حدیث اور اس کے متعلقہ علوم کی معرفت میں انکو بڑی مہارت حاصل تھی۔ حدیث میں ان کے کمال کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے حفظ و ضبط اور ثقاہت و عدالت پر تمام آئمہ فن اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے صحاح ستہ کے مصنفین کے بعد جن سات محدثین کرام کو صاحب کمال طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ان میں امام ابو عبداللہ حاکم بھی شامل ہیں۔۱

امام ابو عبداللہ کلام و عقائد میں اشاعرہ کے ہمنوا تھے' علامہ ابن سبکی نے ان کے اشعری المذھب ہونے کی تصریح کی ہے۔۲ امام ابو عبداللہ حاکم زھد و اتقاء' دیانت و امانت متدین' امین' صاحب حزم و ورع اور اللہ کی طرف مائل و متوجہ رہتے تھے۔۳

امام صاحب سیاسی و اجتماعی مشاغل سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ عہدہ قضاء پر بھی متمکن رہے اور حکومت میں بھی ان کو دخل تھا۔ اعیان حکومت ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ ملکی اجتماعی کاموں میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ کئی سال ملک کے سب سے بڑے دینی مدرسہ دارالسنۃ کے مہتمم رہے۔۴

امام ابو عبداللہ حاکم اپنے گوناگوں کمالات کیوجہ سے مسلمانوں کے مقتدا اور امام تھے اور خواص و عوام میں اپنے علمی تبحر' حفظ و ضبط' عدالت و ثقاہت' امانت و دیانت اور جلالت قدر کیوجہ سے عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے اور انکا شمار ان علمائے اعلام میں ہوتا تھا جنکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین مبین کی حفاظت کا کام لیا ہے انکا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور لوگ دور دراز سے انکے پاس حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے۔۵

امام ابو عبداللہ کا نام محمد بن عبداللہ' بن محمد تھا۔ ۳۰ ربیع الاول ۳۲۱ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے ان کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ ان کے والد اور ان کے ماموں علم و فن

کے دلدادہ تھے اور ان دونوں بزرگوں کی فیض صحبت سے بچپن ہی سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ ان کے والد عبداللہ بن محمد کو امام مسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل تھا۔

امام ابو عبداللہ حاکم کے اساتذہ کی فہرست خاصی طویل ہے۔ امام ابو الحسن دار قطنی کا شمار بھی آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے اور خطیب بغدادی کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔۶

نیشاپور جو علمائے فن اور محدثین کرام کا مرکز تھا۔ وہاں کے ارباب کمال سے استفادہ کے بعد دوسرے علمی شہروں کا رخ کیا۔ آپ بغداد، کوفہ، مرو، خراسان، ماوراء النہر، ہمدان، اصفہان تشریف لے گئے اور ہر جگہ کے اساطین فن سے اکتساب فیض کیا اور ان کے زیادہ سفر کی وجہ سے ارباب سیر نے ان کو ''طاف الآفاق و رحل الکثیر'' لکھا ہے۔۷

امام ابو عبداللہ حاکم نے ۳ صفر ۴۰۵ھ نیشاپور میں انتقال کیا۔۸

حسن بن اشعث قرشی نے کہا کہ مجھے خواب میں امام حاکم ملے اور فرمایا مجھے حکومت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی ہے۔۹

تصنیفات

امام ابو عبداللہ حاکم کی تصنیفات کمیت و کیفیت کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل تھیں۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں نے زمزم کا پانی پی کر اللہ تعالیٰ سے حسن تصنیف کی دعا کی تھی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

حاکم را در فن تصنیف و ترتیب دخل تمام بود

علامہ ابن خلکان، علامہ سبکی، حافظ ذہبی، علامہ سیوطی، حاجی خلیفہ مصطفیٰ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی اپنی کتابوں میں امام حاکم کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے اور ان کی مجموعی تعداد (۲۴) بنتی ہے ۱۰۔ یہاں صرف ان کتابوں کا تذکرہ مقصود ہے جو حدیث اور متعلقات حدیث سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) الاربعین (۲) کتاب العلل (۳) تخریج الصحیحین (المدخل الی معرفۃ الصحیحین)

اس کتاب کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں کہ حجاز' عراق اور شام کے لوگ صحیح حدیثوں کی معرفت میں اہل خراسان کی برتری اور تقدم کے معترف ہیں اس کی وجہ امام بخاری اور امام مسلم کی اس فن میں مہارت و انفرادیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں و اسلام کی اس خدمت پر جزاء خیر دے۔ میں نے ان کتابوں کے بارے میں یہ کتاب لکھی ہے اس میں ان کی صحیح و سقیم حدیثوں کی متفق علیہ اور مختلف فیہ شرطوں کا ذکر کیا ہے [1]

(۴) اکلیل فی الحدیث:- یہ کتاب اصول حدیث سے متعلق ہے اور آخر میں صحیح حدیثوں کے رموز و طبقات بیان کئے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کو بہت مفید کہا ہے [2]

المدخل الی علم الحدیث:- (المدخل الی معرفۃ الصحیح والسقیم من الاخبار) اور المدخل الی علم الصحیح بھی اس کے نام ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں امام ابو عبد اللہ حاکم لکھتے ہیں کہ

اس کتاب میں علم اسناد روایت کی اہمیت' محدثین کی فضیلت اور کتب حدیث کے طبقات کا تذکرہ اور صحیح حدیث کی ۱۰/ اقسام بیان کی ہیں [3]

(۶) معرفۃ علوم الحدیث:-

یہ امام حاکم کی علوم حدیث پر بڑے معرکہ کی کتاب ہے۔

امام حاکم کو اس تصنیف کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ اس کے بارے میں صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ امام حاکم کے زمانہ میں بدعات کی کثرت اور سنن سے عدم واقفیت اور احادیث کے ضبط و تحریر میں لاپرواہی بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے امام صاحب کو خیال

پیدا ہوا کہ ایسی کتاب ترتیب دی جائے جن میں ان سب مذکورہ بالا امور کا سدباب ہوسکے۔

چنانچہ امام حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کے نام سے کتاب ترتیب دی اور امام حاکم کے بعد حافظ ابن صلاح اور خطیب بغدادی نے کتابیں لکھیں لیکن وہ معرفۃ علوم الحدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

کہ علوم حدیث میں ان لوگوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں لیکن اس فن کے یگانہ روزگار آئمہ وعلمائے فحول میں ابو عبداللہ حاکم ہیں ان کی کتابیں مشہور ہیں انہوں نے اس فن کو باقاعدہ مرتب ومہذب کیا۔ اور اس کے محاسن اچھی طرح منقح اور نمایاں کئے ۱۴

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ

> حافظ ابن صلاح نے مقدمہ ابن صلاح کے نام سے علوم حدیث پر مفید کتاب لکھی ہے۔ اور اس میں بعض انواع کا اضافہ کیا لیکن امام حاکم کی حیثیت متقدم ہے اور حافظ ابن صلاح نے اپنی کتاب میں امام حاکم کی کتاب سے بہت استفادہ کیا ہے ۱۵

امام حاکم کی معرفۃ علوم الحدیث ۵ اجزاء اور ۵۲ انواع پر مشتمل ہے اس میں امام صاحب نے حدیث کی اسناد اور اقسام حدیث اور راویوں کے مختلف درجات وطبقات اور اصول حدیث کے مہمات مسائل پر بحث کی ہے اور ہر بحث کی تعریف اہمیت، نوعیت اور ضرورت کو مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔

معرفۃ علوم الحدیث ۱۹۳۵ء میں مصر سے دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے زیر اہتمام ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات وعربی کے سابق صدر ڈاکٹر سید معظم حسین کی تصحیح و تنقیح سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے شروع میں ایک جامع و مضبوط مقدمہ بھی لکھا ہے اس میں امام حاکم کے حالات زندگی اور ضرورت حدیث میں ان کے علمی کارنامے اور اصول حدیث سے متعلق کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۱۶

(۷) **المستدرک علی الصحیحین:**۔ یہ امام حاکم کی سب سے مشہور کتاب ہے

مستدرک کی تعریف محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ

اس کتاب میں ان حدیثوں کو نقل کیا جاتا ہے۔ جو حدیث کی کسی اور کتاب کی شرط کے مطابق ہونے کے باوجود اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہوں ١٧

اس طرح حدیث کی جو کتابیں مرتب ہوئی ہیں اس میں امام حاکم کی المستدرک علی الصحیحین زیادہ مشہور ہے اور یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر مستدرک ہے یعنی اس میں ان حدیثوں کو شامل کیا گیا ہے۔ جو امام حاکم کے خیال میں صحیحین کے معیار و شرائط کے مطابق ہونے کے باوجود ان میں شامل نہیں کی گئیں۔

مستدرک کی تالیف کی وجہ:۔ امام ابو عبداللہ حاکم نے یہ مستدرک کیوں ترتیب دی اس بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ

> امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح احادیث کے دو مجموعے مرتب کیے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے نام سے مشہور و معروف ہیں اور ان دونوں کتابوں کی عالم اسلام میں بہت شہرت ہے لیکن امام بخاری یا امام مسلم کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ بجز ان حدیثوں کے جنکو ہم نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ہے مگر ہمارے زمانہ کے بعض متبدعین جو محدثین کرام پر سب وشتم میں بہت تیز ہیں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحیح احادیث کی تعداد دس ہزار سے زیادہ نہیں ہے اس صورتحال کے پیش نظر مجھ سے بعض اہل علم نے خواہش کی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جو ان حدیثوں پر مشتمل ہو کہ جسکی اسانید صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرز پر ہوں ١٨

مستدرک کی اہمیت:۔ مستدرک کا شمار حدیث کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے اور بعض حیثیتوں میں اسکو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اسکو طبقات حدیث کے تیسرے درجہ میں شمار کیا ہے ١٩ بعض محدثین نے اس کا پایہ و مرتبہ صحیح ابن حبان کے قریب قریب بتایا ہے ٢٠ حافظ ابن صلاح اور علامہ نووی نے صحاح ستہ کے بعد جن کتابوں کو زیادہ اہم اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ اس میں سنن دارمی کا پہلا نمبر ہے

اور مستدرک حاکم کا دوسرا نمبر ہے۔۲۱

مستدرک کی حدیثوں کی نوعیت :۔امام حاکم نے مستدرک میں امام بخاری وامام مسلم کی ان متروک حدیثوں کو جو ان کے معیار و شرائط کے مطابق ہیں جمع کیا ہے اس کے علاوہ امام صاحب نے مستدرک میں ایسی احادیث بھی شامل کی ہیں جو صحیح بخاری، صحیح مسلم کے اصول و شرائط کے مطابق نہیں ہیں لیکن امام حاکم کی تحقیق میں وہ صحیح اور علل واسقام سے پاک ہیں۔ ۲۲

مستدرک میں ایسی حدیثیں بھی شامل ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے اور امام صاحب کے بیان کی روشنی میں ان کے معیار و شرائط کے مطابق نہیں ہیں۔ لیکن بعض اہل فن نے تو لکھا ہے کہ مستدرک میں ضعیف وموضوع حدیثیں بھی ہیں

امام حاکم نے مستدرک کی تالیف و جمع وتدوین میں بڑی محنت کی اور اپنی محنت اور تحقیق و تصحیح کا ذکر کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

> زکوۃ کی تفسیر وتوضیح کرنیوالی حدیثوں کی تخریج میں جسقدر ممکن ہو سکا ہے میں نے اپنی غیر معمولی محنت وکاوش صرف کر دی ہے اور انکی صحت کے بارہ میں خلفائے اربعہ صحابہ کرام اور تابعین کے صحیح اسناد، انکے تعامل اور شہرت و قبول سے استدلال بھی مہیا کر دیا ہے۔ جو غور و فکر کرنے کیلئے کافی ہے۔۲۳

امام حاکم نے المستدرک کی ترتیب میں بعض مقامات پر جدت و اختراع سے بھی کام لیا ہے اس سے ان کی محنت و تلاش و جستجو کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام بخاری نے جامع الصحیح البخاری میں کتاب البیوع میں متعدد ابواب مستقل ابواب کی حیثیت سے مثلاً کتاب السلم، شفعہ اور اجارہ قائم کئے ہیں لیکن امام حاکم نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے کتاب البیوع کے جامع عنوان میں سب ابواب کو جمع کر دیا ہے امام لکھتے ہیں۔

> میں نے اسی کتاب (کتاب البیوع) کے ضمن میں ان کتب کو بھی درج کر دیا ہے جن کیلئے امام بخاری نے کتاب البیوع کے آخر میں مستقل عنوانات قائم کئے ہیں۔ یہ وضاحت اسلئے کر دی گئی ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ میں نے کتاب البیوع کو ان

ابواب سے خالی رکھا ہے۔ ۲۴؎

فضائل صحابہ میں صرف صحابہ کرام کے مناقب و فضائل ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی سنین اور مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

متدرک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بعض احادیث کے مراجع و مصادر کی نشاندہی کی ہے اس سلسلہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی، موطا امام مالک، اور صحیح ابن خزیمہ کے نام لئے ہیں۔

مستدرک کی تلخیصات:-

مستدرک کی تلخیص کرنیوالے ان علمائے کرام میں علامہ ذہبی کا نام سب سے پہلے آتا ہے اس پہ تلخیص کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ خود انکی اور بعض علمائے کرام کی رائے میں اسکو دیکھے بغیر مستدرک کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ذہبی نے صرف طویل حدیثوں کا اور اسناد کا اختصار ہی نہیں کیا بلکہ جابجا حاکم پر نقد و تعقب بھی کیا ہے اور احادیث کی تصحیح میں ان کے تساہل کو بھی واضح کیا ہے۔

علامہ ذہبی کے علاوہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے مستدرک کی تلخیص "توضیح المستدرک فی تصحیح المستدرک" لکھی جو ناتمام رہی۔ ۲۵؎

مستدرک اور صحیح بخاری و صحیح مسلم:-

امام حاکم کا یہ بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ میرا مستدرک کی تالیف کا مقصد تھا کہ اس میں وہ احادیث جمع کی جائیں جو میرے خیال میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرطوں کے مطابق ان میں شامل نہیں کی گئیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات سامنے رکھنی ہوگی کہ حاکم نے جن حدیثوں کو صحیحین کی شرطوں کے مطابق صحیح ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ واقعی ہی صحیح ہیں یا نہیں۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ امام حاکم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے شرائط کے مطابق ہیں۔ حافظ ذہبی نے اس سلسلہ میں جو رائے دی ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مستدرک کے متعلق ابو سعید مالینی کی رائے سراسر زیادتی' صریح ناانصافی اور سخت غلو پر مبنی ہے۔۲۶ انصاف کی بات یہ ہے کہ مستدرک کا تقریباً نصف حصہ ایسی حدیثوں پر مشتمل ہے جو شیخین یا کسی ایک بزرگ کے شرائط کیمطابق ہے البتہ اسکے چوتھائی حصہ میں ایسی حدیثیں ہیں جنکی اسناد تو بظاہر صحیح ہیں لیکن وہ شیخین کی شرطوں کیمطابق نہیں ہیں۔ بقیہ چوتھائی حصے میں ضعیف و منکر بلکہ موضوع حدیثیں بھی شامل ہیں۔ میں نے اپنی تلخیص میں انکی تصریح و تنقید کی ہے۔۲۷

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس سلسلہ میں بہت مناسب اور حقیقت پسندانہ توجیہ کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"حاکم نے صحیحین پر مستدرک لکھا ہے اس کی حدیثوں کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ شیخین کی شرطوں کے مطابق ہیں۔ لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ میں نے جب مستدرک کا تتبع اور چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ ایک حیثیت سے حاکم کا بیان صحیح ہے لیکن دوسری حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل و توجیہ یہ ہے۔

مستدرک میں ایسی حدیثیں ہیں جو شیخین کے رجال و اسناد اور ان کی شرائط صحت و اتصال کے مطابق ہیں۔ اس پہلو سے حاکم کا شیخین پر استدراک صحیح ہے لیکن دوسرے پہلو سے صحیح نہیں ہے کیونکہ شیخین اسی حدیث کا ذکر کرتے ہیں جن کی صحت پر ان کے شیوخ نے نقد و جرح کر کے اجماع کر لیا ہو۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح میں وہی حدیثیں لکھی ہیں جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے لیکن مستدرک کی اکثر منفرد حدیثیں ایسی ہیں جو شیخین کے زمانہ کے شیوخ اور محدثین پر مخفی اور مستور رہ گئی تھیں۔ گو بعد میں ان کی شہرت ہو گئی ہو یا ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کے بارہ میں محدثین نے اختلاف کیا ہے کیونکہ شیخین محض قاعدہ و اصول سے حدیث کی صحت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنے شیوخ کی طرح

احادیث کے وصل، انقطاع وغیرہ کی باقاعدہ بحث و تحقیق کرتے ہیں اور اس میں انہوں نے اس قدر شدت برتی ہے کہ صحت و استشہاد کا مسئلہ پوری طرح ظاہر ہوگیا ہے اس کے برخلاف امام حاکم کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ صرف عام محدثین کے عام قواعد و ضوابط پر اعتماد کر کے حدیثوں کو صحیح قرار دے دیتے ہیں۔ مثلاً یہ قاعدہ کہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے یا جب اہل فن وصل و ارسال یا وقف و رفع میں مختلف الرائے ہوں تو اس راوی کا قول حجت مانا جائے گا جس کے بیان میں اضافہ ہو اور اس نے اس کو یاد رکھا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ محدثین کے یہاں احادیث کی تصحیح اور جانچ کے اس معیار کی بناء پر خرابی اور خلل پیدا ہوا ہے اور اسی حیثیت سے شیخین اور حاکم کے یہاں فرق پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم ۲۸

ضعیف اور موضوع احادیث:۔

مستدرک پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں ضعیف اور موضوع احادیث بھی ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ

> اس میں شک نہیں کہ مستدرک میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو شرائط صحت کے خلاف ہیں بلکہ موضوع حدیثیں بھی ہیں جو اس کی شایان شان نہیں۔ ۲۹

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

> گو حاکم حدیث میں امام صدوق تھے تاہم انہوں نے مستدرک میں ساقط حدیثوں کی بھی تصحیح کردی ہے۔ ۳۰

مستدرک کا شمار طبقات حدیث میں تیسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تیسرے طبقہ کی کتب حدیث کے بارے میں اپنے والد بزرگوار امام شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"اگرچہ ان کی کتابوں کے مولفین علوم حدیث میں ماہر، ثقہ اور ضبط و عدالت کی

صفات سے متصف تھے لیکن ان میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں بتائی جاتی ہیں بلکہ ان کی بعض حدیثیں موضوع بھی ہیں۔ گو ان کے اکثر رواۃ عدالت کی صفت سے متصف ہیں۔ تاہم بعض مستور اور مجہول الحال ہیں۔" ۳۱ے

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں۔

"مستدرک میں جو نہایت ضخیم کتاب ہے صحیحین کی متروک حدیثوں کو شامل کیا گیا ہے۔ گو اس کی بعض حدیثوں کے بارے میں کلام کیا گیا ہے لیکن اس کا بڑا حصہ صحیح ہے۔ ۳۲ے

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ

امام حاکم مستدرک میں بعض اوقات غیر صحیح روایت لائے ہیں مگر اس کے متعلق انہوں نے تنبیہہ کر دی ہے۔ ۳۳ے

امام حاکم پر تساہل کا الزام:۔

امام ابو عبداللہ حاکم پر ایک الزام تساہل کا بھی ہے۔

حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ

وہ صحیح روایت کی شرائط کے بارے میں بڑے توسع پسند اور صحیح حکم لگانے میں نہایت متساہل تھے۔ ۳۴ے

علامہ زیلعی کا بیان ہے کہ

"پس حاکم کا تساہل اور ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کی تصحیح مشہور و معروف ہے۔" ۳۵ے

امام عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں۔

"حدیث کی تصحیح میں حاکم کا تساہل اسی طرح مشہور ہے جس طرح علامہ ابن جوزی کا تضعیف حدیث میں تساہل مشہور ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے تساہل نے ان کی کتابوں کا فائدہ معدوم کر دیا ہے۔ ۳۶ے

ان بیانات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک امام حاکم کا تساہل مشہور ہے۔

"امام حاکم کے تساہل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے رطب و یابس اور ہر قسم کی روایات کو بلا تحقیق و تفتیش نقل کر دیا ہے۔ ان کے بلند پایہ محدث اور علوم حدیث میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ روایات کے قبول و رد کے کچھ اصول و ضوابط ہوتے ہیں۔ حاکم کے بھی کچھ اصول ہوتے تھے۔ جہاں انہوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے وہاں اس کی صراحت کر دی ہے۔ جرح و تعدیل امام حاکم کا خاص فن تھا۔ انہوں نے اس موضوع پر بہت عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن کے حوالوں سے رجال کی کوئی کتاب خالی نہیں ہے۔

امام حاکم اپنی کتاب معرفتہ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔

حدیث کے طالب علم کو محدث کے حالات کی بحث و تفتیش کرنی ضروری ہے اس کو سب سے پہلے محدث کے متعلق یہ دیکھنا ہے، کہ وہ عقیدہ توحید کو مانتا اور انبیائے کرام کی اطاعت کا پابند ہے یا نہیں، پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ صاحب یہودی تو نہیں ہے جو لوگوں کو اپنی خواہشات کے مطابق دعوت دیتا ہے کیونکہ داعی بدعت کی حدیث قبول نہ کرنے پر ائمہ مسلمین کا اجماع ہے اس کے بعد سن و سال کو معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ اس کا اپنے شیوخ سے جن سے وہ حدیثیں روایت کرتا ہے سماع ممکن ہے یا نہیں کیونکہ ہم نے ایسے شیوخ دیکھے ہیں جن کی اپنے شیوخ سے ملاقات ممکن ہی نہیں۔" ۲ے

اسی کتاب میں امام حاکم دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"صحیح حدیث کی معرفت مجرد روایت سے نہیں ہوتی بلکہ اس کو عقل و فہم، حفظ و ضبط اور کثرت سماع وغیرہ سے معلوم کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں علم و معرفت کے مذاکرہ سے بڑھ کر کوئی چیز معاون نہیں ہے اسی سے مخفی علامت ظاہر ہوتی ہے بس

جب اس طرح کی کوئی حدیث صحیح اسانید سے پائی جائے اور وہ شیخین کی کتابوں میں مروی نہ ہو تو ایسی صورت میں حدیث کے طالب علم کو اس کی تفتیش اور کرید کرنا نیز اس کی معرفت رکھنے والوں سے مذاکرہ لازم ہے تاکہ اس کی علت کا پتہ چل سکے۔[۳۸]

امام حاکم کا خود یہ بیان ہے کہ میں نے مستدرک اس وجہ سے ترتیب دی کہ اہل ہوا اور مبتدعین نے یہ افواہ پھیلا رکھی تھی کہ صحیح حدیثوں کی تعداد بہت کم ہے امام حاکم نے اس کی تردید میں لکھا کہ صحیح احادیث صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منحصر نہیں ہیں بلکہ دوسری کتابوں میں ایک کثیر حصہ صحیح احادیث کا ہے اس وجہ سے مستدرک میں ان سے تساہل ہو گیا ہے۔

امام حاکم کا تساہل تو متعارف و مسلم ہے لیکن اس الزام سے بعض اکابر محدثین بھی بری نہیں ہیں۔ صحیح ابن خزیمہ کی عظمت شان میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم سے انکا مرتبہ بہت بلند ہے لیکن اسکے بارے میں حافظ سخاوی لکھتے ہیں۔

امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد ہیں۔ ان کی کتاب جامع ترمذی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ

علمائے فن ترمذی اور حاکم کی تصحیح کو زیادہ قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔[۴۰]

علامہ زیلعی فرماتے ہیں۔

یہاں تک کہا گیا ہے کہ حاکم کی تصحیح امام ترمذی و دار قطنی کی تصحیح سے بھی کمتر ہے۔[۴۱]

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ

بلکہ امام ترمذی کی تصحیح میں تساہل کا بڑا حصہ شامل ہے حالانکہ وہ ان لوگوں میں ہیں جو صحیح و حسن میں امتیاز کرنے والے ہیں۔[۴۲]

امام حاکم کی تصحیح کا حکم:۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام حاکم کا تساہل تسلیم کرنے کے بعد پھر ان کی توثیق و

تصحیح کا کیا حکم ہے۔ علمائے فن اس بارے میں لکھتے ہیں کہ چند صورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر حاکم کی تصحیح کا لحاظ کیا جائے گا۔

حافظ سیوطی نے امام نووی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

جس حدیث کی حاکم نے تصحیح کی ہو اور اس کی صحت یا ضعف کے متعلق دوسرے معتبر محدثین کی تصریح موجود نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے۔ بشرطیکہ اس کو ضعیف قرار دینے والی علت موجود نہ ہو۔ ۴۵؎

امام عبدالرحمٰن مبارکپوری نے علامہ جزائری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ جس حدیث کی تصحیح میں حاکم منفرد ہوں' اس کے متعلق بحث و تحقیق کی جائے گی اور اس پر اس کے اقتضائے حال کے مطابق صحت یا حسن یا ضعف کا حکم لگایا جائے گا۔ ۴۶؎

حافظ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ

صحیح طریقہ یہ ہے کہ حاکم کی تصحیح کی تحقیق کر کے اس کے اعتبار سے حسن صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگایا جائے۔ عراقی نے بھی اس کی موافقت کی ہے کہ اس پر محض حسن ہی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ۴۷؎

امام عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

غالباً ابن صلاح نے یہ مسلک اسلئے اختیار کیا ہے کہ انکے خیال میں اب لوگ تصحیح کے اہل نہیں رہے۔ اسلئے اسکا قصہ ہی ختم ہوگیا ہے جو درست نہیں ہے تصحیح کا معاملہ ختم نہیں ہوا ہے بلکہ اب بھی اگر کسی شخص میں اس کی اہلیت موجود ہو۔ اس میں اس کے اوصاف و شرائط موجود ہوں تو وہ تصحیح کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ۴۸؎

امام حاکم پر رفض و تشیع کا الزام :۔

امام ابو عبداللہ حاکم پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ آپ رافضی اور شیعہ تھے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ کہ

ابو اسماعیل انصاری نے کہا کہ حاکم حدیث میں ثقہ تھے مگر سخت رافضی تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ابو اسماعیل انصاری کی یہ بات خلاف انصاف ہے۔

درحقیقت حاکم رافضی نہ تھے بلکہ شیعی تھے۔۴۹

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ

حاکم ثقہ تھے مگر تشیع کی جانب میلان رکھتے تھے۔۵۰

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

بعض علماء سے منقول ہے۔ ان کے تشیع کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے جو اسلاف کی ایک جماعت کا مذہب بھی ہے۔۵۱

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن طاہر کا یہ قول ہے کہ

حاکم حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی اولاد سے برگشتہ تھے اور اس کا اظہار بھی کرتے تھے اور اس کے متعلق کوئی معذرت قبول نہیں کرتے تھے۔۵۲

اور علامہ ابن العماد الحنبلی نے حافظ ذہبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ حاکم خلفائے ثلاثہ خصوصاً شیخین کی پوری تعظیم کرتے تھے البتہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں انہوں نے کلام کیا ہے اس کی وجہ سے ان کو زدوکوب بھی کیا گیا تھا۔۵۳

امام حاکم پر یہ الزام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے۔ سراسر ناانصافی ہے امام صاحب نے یہاں خلفائے اربعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں اسی ترتیب سے کیا ہے جس طرح ان کی خلافت ہے۔

مراتب صحابہ کے عنوان سے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں کہ

اس علم و فن کی ساتویں نوع صحابہ کرام کے مراتب کے لحاظ سے ان کی معرفت ہے اور اس نوع میں انہوں نے مراتب کے اعتبار سے صحابہ کرام کے ۱۲ طبقوں کا تذکرہ

کیا ہے۔ پہلے طبقہ میں خلفائے اربعہ کے نام اس ترتیب سے لائے ہیں۔

اول طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو مکہ میں اسلام لائے۔ جیسے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ وغیرہ۔ ۵۴

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت میں حضرت علیؓ کی تاخیر اور آپ کی ناراضگی کا مسئلہ آج تک امت کے درمیان بحث و نزاع کا موضوع بنا ہوا ہے لیکن امام حاکم حضرت علیؓ کی زبانی اس کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو غصہ اس وجہ سے تھا کہ ہم لوگوں کو مشورہ میں نظر انداز کیا گیا تھا ورنہ ہم لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ ہی کو سب سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ وہ غار میں آپ کے ساتھ اور "دو کے دوسرے" تھے ہم کو ان کا فضل و شرف خوب معلوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں انکو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ۵۵

جہاں تک حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت کا معاملہ ہے اس میں معترضین کو بھی اعتراف ہے کہ امام حاکم نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں بھی امام حاکم بالکل صحیح ہیں۔ ان کو تیسرا خلیفہ برحق مانتے تھے اور ان کے قتل کو قتل ناحق سمجھتے تھے۔ اپنی کتاب معرفتہ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں کہ

حضرت عثمانؓ مظلوم قتل کیے گئے تھے۔ ۵۶

خلافت کے بارے میں حضرت عثمانؓ کی ترتیب کے متعلق جو اشارات بعض حدیثوں میں ملتے ہیں وہ مستدرک میں بھی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات ایک صالح شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ سے اور ابو بکرؓ سے حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ سے حضرت عثمان جڑ گئے۔ راوی (حضرت جابر) کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھے تو یہ بات چیت

کر رہے تھے کہ صالح آدمی سے خود رسول اللہ ﷺ مراد ہیں اور جڑ جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے بعد آپکے امور کے ذمہ دار ہونگے۔ ۵۷

دوسری حدیث یہ ہے

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"بنی مصطلق کے لوگوں نے مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ ہم لوگ آپ کے بعد کس کو صدقات دیں! آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کو، ان لوگوں نے کہا کہ پھر جا کر پوچھو کہ ابو بکرؓ کے بعد کس کو دیں؟ آپؐ نے فرمایا عمرؓ کو تیسری دفعہ پھر بھیجا کہ عمرؓ کے بعد۔ آپؐ نے فرمایا عثمانؓ کو دینا۔ ۵۸

محدثین کی طرح امام حاکم کا بھی یہ مسلک ہے کہ صحابہ کرام کی عدالت میں طعن و تنقیص کرنے والے کی روایت قابل قبول نہیں۔ مذاہب محدثین کے بیان میں لکھتے ہیں کہ

علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ ابو اسرائیل کا پایہ حدیث میں بلند نہیں تھا۔ کیونکہ وہ حضرت عثمانؓ کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تھے۔ ۵۹

امام ابن سبکی امام حاکم پر شعیت اور رفض کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

اگر کسی شخص کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے، کوئی الزام عائد کیا جائے تو انصاف پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اساتذہ، شیوخ، تلامذہ، معاصرین اور رفقاء کو سامنے رکھا جائے۔ پھر اس کے ساتھ حالات و ماحول کا جائزہ لیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے بارے میں اس کے اساتذہ و شیوخ، تلامذہ، معاصرین، رفقاء ہم وطنوں اور اعزہ و اقربا سے معلوم کیا جائے۔ جو اس کے حالات و واقعات زندگی سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ اس کے معاصرین سے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ ان کے متہم شخص سے تعلقات کی نوعیت کیا تھی آیا اس کے معاصرین اس کے موافق میں یا مخالف، جانبدار ہیں یا غیر جانبدار، ان اصولوں کی روشنی میں امام حاکم کے رفض و تشیع کی حقیقت سامنے آجائے گی اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام حاکم

جلیل القدر محدث تھے اور ان کے مخالفین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے اور ان کے اساتذہ میں کثیر تعداد اکابر اہل سنت کی تھی اور امام حاکم کو عقائد میں امام ابو الحسن اشعری سے وابستہ تھے اور امام حاکم نے اپنی تاریخ نیشاپور میں ائمہ اہل سنت کے جو تراجم لکھے ہیں ان میں ان کی پوری تعریف و توصیف کی ہے کہیں بھی ان کے عقائد میں طنز و تعریض نہیں کی ہے۔ امام حاکم عقائد میں اشعری مذہب کے پیرو تھے اور اشعری مذہب میں اہل رفض و تشیع بدعتی اور گمراہ ہیں۔ اس لئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ امام حاکم کا دامن رفض و تشیع کے الزام سے بالکل پاک ہے۔ ۱۰ھ

امام حاکم کا شافعیت میں غلو اور تعصب کا الزام:۔

امام حاکم شافعی المذہب تھے۔ ان پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ ان کو اپنے مسلک میں بے جا غلو اور تعصب تھا۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ

مستدرک کے بعض مقامات میں حاکم نے ضرور شافعی مذہب کی تائید و حمایت کی ہے لیکن اسکا غلو و تعصب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس طرح کے بعض مواقع پر انہوں نے امام شافعی کی بجائے دوسرے ائمہ جیسے ابن خزیمہ وغیرہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ظاہر ہے کسی کے اپنے فقہی مسلک کی ترجیح اور اپنے امام کے مذہب کی تائید کو اسکے غلو و تعصب پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اھ

مستدرک کی اشاعت:۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن جس کے اسلامی علوم و فنون کی خدمت اور علمائے اسلام کی بیش قیمت اور کم یاب کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ اس شہرہ آفاق کتاب کو کئی مخطوطات کی مدد سے چار ضخیم جلدوں میں تصحیح و

تحشیہ کے بعد پہلی جلد ۱۳۳۴ھ میں دوسری جلد ۱۳۴۰ھ میں تیسری جلد ۱۳۴۱ھ میں اور چوتھی جلد ۱۳۴۲ھ میں شائع کی ہیں۔ ۶۲

مستدرک کی اشاعت کے بعد دارالمصنفین اعظم گڑھ کے سابق رفیق مولانا ابوالجلال ندوی نے ایک مبسوط مقالہ لکھا تھا جو معارف جولائی و اگست ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں مولانا ابو الجلال ندوی نے ناشرین کو بعض مفید مشورے دیئے تھے۔ مولانا ابو الجلال ندوی کے مقالہ کے جواب میں دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے رکن کا ایک مقالہ بھی معارف اعظم گڑھ نومبر، دسمبر۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا۔

حواشی وحوالجات

۱۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۷۳، تاریخ ابن خلکان ج ۳ ص ۲۸۴، المنتظم ج ۷ ص ۲۷۴ ۲۔ الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۶۴ ۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۵۵ ۴۔ تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۸۵ ۵۔ الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۶۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۶ ۶۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۷۳، تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۸۴، المنتظم ج ۷ ص ۲۷۴، تبیین کذب المفتریٰ ص ۲۲۷، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۶۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۶ بستان المحدثین ص ۴۰۲، تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۴۴، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۷۳، ۸۔ تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۶، تاریخ ابن خلکان ج ۳ ص ۲۸۵، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۶۵، ۹۔ تاریخ ابن خلکان ج ۳ ص ۲۸۵

۱۰۔ تاریخ ابن خلکان، ج ۲ صفحہ ۲۸۵۔ طبقات الکبریٰ ج ۳ صفحہ ۶۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفحہ ۳۴۸، اتقان ج ۲ صفحہ ۱۹۰، کشف الظنون ج ۱ صفحہ ۱۳۵، بستان المحدثین صفحہ ۱۴۱، ۱۱۔ المدخل الی علم الحدیث صفحہ ۶۔

۱۲۔ بستان المحدثین ص ۱۴۱۔ ۱۳۔ المدخل الی علم الحدیث ص ۳۴ ۱۴۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۸۵۔

۱۵۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۱۴۹، ۱۶۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۱۴۱ ۱۷۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۳، ۱۰۳، ۱۸۔ المستدرک ج ۱ ص ۲، ۳ ۱۹۔ عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ ص، ۲۰۔ مقدمہ تحفہ الاحوذی ص ۷۸، ۲۱۔ مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲، تدریب الراوی ص ۳۰، ۳۱، ۲۶۰ ۲۲۔ مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱ ۲۳۔ المستدرک ج ۱ ص ۳۹۷، ۲۴۔ ایضاً ج ۲ ص ۶۵، ۶۶۔ ۲۵۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۴۲۰۔ ۲۶۔ ابو سعید مالینی کی رائے ہے کہ میں نے مستدرک کا مطالعہ کیا تو مجھ کو اس کی ایک حدیث بھی شیخین کی شرائط کے مطابق نہیں ملی۔ (طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۲۹، بستان المحدثین ص ۴۲) ۲۷۔ بستان المحدثین ص ۴۲ ۲۸۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۶، ۱۰۷ ۲۹۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۵، ۳۰۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۵، ۳۱۔ عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ ص ۵، ۳۲۔ مقدمہ ابن صلاح ص ۱، ۳۳۔ تدریب الراوی ص ۳۱ ۳۴۔ مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱، ۳۵۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۶۰، ۳۶۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۷ ۳۷۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۔۱۶، ۳۸۔ ص ۷۰ ۳۹۔ فتح المغیث ص ۱۴، ۴۰۔ رسالۃ المستطرفہ ص ۲۰، ۴۱۔ نصب الرایہ ج ۳۴۲، ۴۲۔ فتح المغیث ص ۱۴، ۴۳۔ فتح المغیث ص ۱۴، ۴۴۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۴۴۔ ۴۵۔ تدریب الراوی ص ۳۱، ۴۶۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۸، ۴۷۔ تدریب الراوی ص ۳۱، ۴۸۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۸ ۴۹۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۷، ۵۰۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۷۴، ۵۱۔ بستان المحدثین ص ۴۱، ۵۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۸، ۵۳۔ شذرات الذہب ج ۳ ص ۱۷۷، ۵۴۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲، ۵۵۔ مستدرک ج ۳ ص ۶۶۔۶۷، ۵۶۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲ ۵۷۔ مستدرک ج ۳ ص ۷۱، ۷۲ ۵۸۔ ایضاً ص ۷۷، ۵۹۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۳۷، ۶۰۔ الطبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۶۷، ۶۸، ۶۱۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۲۰۶، ۲۰۷ ۶۲۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۱۵۷

مراجع و مصادر

۱۔ البدایہ والنہایہ — حافظ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ)

۲۔ رسالۃ المستطرفہ — علامہ محمد بن جعفر کتانی (م ۱۳۴۵ھ)

۳۔ المنتظم — حافظ عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی (م ۵۹۷ھ)

۴۔ المدخل فی علم الحدیث — امام ابو عبداللہ حاکم (م ۴۰۵ھ)

۵۔ بستان المحدثین — حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ)

۶۔ تاریخ ابن خلکان — علامہ احمد بن خلکان (م ۶۸۱ھ)

۷۔ تاریخ بغداد — حافظ احمد بن علی خطیب بغدادی (م ۴۶۴ھ)

۸۔ تدریب الراوی — حافظ جلال الدین سیوطی (م ۹۱ھ)

۹۔ تبیین کذب المفتری — علامہ علی بن الحسن بن عساکر دمشقی (م ۵۷۱ھ)

۱۰۔ تاریخ ابو الفداء — علامہ ابو الفداء اسمٰعیل بن علی شافعی (م ۷۳۲ھ)

۱۱۔ تذکرۃ الحفاظ — حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)

۱۲۔ تذکرۃ المحدثین — مولانا ضیاء الدین اصلاحی رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ۔

۱۳۔ حجۃ اللہ البالغہ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)

۱۴۔ شذرات الذہب — علامہ عبدالحی بن العماد الحنفی (م ۱۰۸۹ھ)

۱۵۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ — علامہ عبدالوہاب بن علی السبکی (م ۷۷۱ھ)

۱۶۔ عجالہ نافعہ مع جامعہ — حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۳۳۹ھ)

۱۷۔ فتح المغیث — حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سنماری (م ۹۰۲ھ)

۱۸۔ کشف الظنون — حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ (م ۱۰۶۷ھ)

۱۹۔ مستدرک حاکم — امام ابو عبداللہ حاکم (م ۴۰۵ھ)

۲۰۔ معرفۃ علوم الحدیث — امام ابو عبداللہ حاکم (م ۴۰۵ھ)

۲۱۔ مقدمہ ابن صلاح — علامہ ابو عمر عثمان بن عبدلرحمٰن شہرزوری (م ۶۴۳ھ)

۲۲۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی — امام عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)

۲۳۔ میزان الاعتدال — حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)

۲۴۔ نصب الرایہ — علامہ جمال الدین زیلعی (م ۷۶۲ھ)